صکوک مضاربہ کی شرعی حیثیت اور اس کی صورتیں

The Sharia status of Sukuk Mudarabah and its forms

Muhammad Sarfaraz Ajmal
Visiting Lecturer, University of Centeral Punjab, Lahore
Email: sarfarazu777@gmail.com ORCID: https://orcid.org/0000-0002-9908-4018

Muhammad Israr
M.Phil Scholar, Rifah International University, Islamabad
Email israrafridi07@gmail.com ORCID: https://orcid.org/0000-0001-9795-3761

ABSTRACT:

This article provides an overview of the Mudarabah Sukuk market. The purpose of this article is to provide empirical evidence that mudarabah sukuk differ from conventional bonds in terms of risk. The issuance of Mudarabah Sukuk based on Islamic principles is an important goal of Islamic financing and a major source of development of Islamic economy in the global market, but the condition is that these Mudarabah Sukuk should take into account all the basic principles that make Islamic economy non-Islamic. Separate from the economy.

Mudarabah is a type of business partnership that involves capital on one side and labor on the other. Under this agreement he will share in the profits of the business in a certain proportion and there may be several people providing capital and labour. These are bonds that show that the holder has given that much money on the basis of Mudarabah. These sukuk are either issued by companies that want to raise capital on the basis of Mudarabah, or are issued by them. It is done on behalf of the financial institutions that have given money on Mudarabah. Mudarabah in Shariah terms refers to a contract in which one party owns the property and the other party has the power and both share in the profits.

A critical and comparative approach has been adopted in this paper. This paper provides a critical review of the theoretical and empirical literature on mudaraba sukuk from three perspectives. This paper shows that the literature on mudaraba sukuk is based mostly on qualitative research rather than quantitative research, with most of the scholarly research being conference and It is in the form of seminar papers.

If sukuk are issued on this basis, they will be of great importance in expanding Islamic finance and will play a major role in achieving the objectives of Shariah. The findings in this paper show that by identifying the risk inherent in sukuk mudarabah, It can enable stakeholders to resolve related funding issues.

Keywords:

Sukuk, Mudaraba, Saria, Compliant, Sukuk Structure, Islamic Banking.

صکوک کی لغوی تعریف:

صکوک چیک، رسید، کاغذ، سند وغیرہ کو کہتے ہیں۔ یہاں صکوک سے مراد پرائز بونڈ کے مقابلے میں اسلامی مالیاتی اداروں کی طرف سے جاری کردہ سند یا رسید ہے۔

صکوک مضاربہ: وہ دستاویزات ہیں جو ان منصوبوں اور اعمال کی نمائندگی کرتی ہیں جن کا مضاربہ کی بنیاد پر انتظام کیا جاتا ہے۔ ان کو جاری کرنے والا مضارب ہوتا ہے اور حاملین صکوک رب المال ہوتے ہیں اور صکوک سے حاصل شدہ سرمایہ راس المال ہوتا ہے جو نفع ہو اس میں حاملین صکوک طے شدہ نسبت سے شریک ہوتے ہیں اور اگر نقصان ہو تو وہ صرف حاملین صکوک کو ہوتا ہے۔1

صکوک کے اِجراء کا منشور

اَشرف محمد دَوابہ اپنی کتاب الصکوک الاسلامیہ میں لکھتے ہیں: یہ منشور اُن تمام وضاحتوں پر مشتمل ہوتا ہے جو شرعاً مطلوب ہوں مثلاً

عقد کی شرائط کیا ہیں اَور وہ وضاحتیں جو صکوک کے اِجراء میں شریک لوگوں کے بارے میں ضروری ہوں مثلاً شرکاء کی صفات کہ وکیلِ اِصدار، مدیرِ اِصدار، اَمینِ اِستثمار اَور تغطیہ (under-writing) کا وعدہ دینے والا کون ہوگا اَور اُن کی تعیناتی اَور معزولی کی شرائط کیا ہوں گی۔2 نوٹ: جب کوئی شخص یا کمپنی صکوک جاری کرے اَور کوئی بینک یا مالیاتی اِدارہ اِس بات کی ضمانت دے کہ جو صکوک بکنے سے رہ جائیں گے وہ اُن کو خرید لے گا، بینک وغیرہ کی اِس ضمانت کو تغطیہ (under-writing) کہتے ہیں۔

اِس عقد (under-lying contract) کی تحدید و تعیین ہو جس کی بنیاد پر صکوک کا اِجراء ہو رہا ہے مثلاً اُجرت پر دی ہوئی جائیداد کی فروخت، اِجارہ، مرابحہ، اِستصناع، سلم، مضاربہ، مشارکہ، وکالت، مزارعت، مغارست، یا مساقات۔ اِس عقد کے اَرکان و شرائط کا پورا بیان ہو جس کی بنیاد پر صکوک کا اِجراء ہو۔ اِس میں کوئی ایسی بات شامل نہ ہو جو عقد کے تقاضوں اَور اُس کے اَحکام کے مخالف ہو۔

عقد کے شرعی اَحکام کی اَور مبادیٔ شریعت کی پاسداری کی وضاحت ہو اَور ایک ایسی مجلسِ شرعی قائم کرنے کی صراحت ہو جو اِس بات کو نظر میں رکھے کہ صکوک کی پوری مدت میں متعلقہ شرعی اَحکام کی پوری پاسداری کی جارہی ہو۔

اِس بات کی تصریح ہو کہ صکوک کے ذریعہ حاصل شدہ سرمایہ سے اَور جن موجودات واثاثوں میں وہ سرمایہ منتقل ہو گا اُن سے شرعی طریقے سے نفع حاصل کیا جائے گا۔ حاملِ صکوک نفع میں شریک ہو گا۔ اَور نقصان ہونے کی صورت میں اپنے صکوک کی مالیت کی نسبت سے نقصان کو برداشت کرے گا۔

اِس ضمانت کا کچھ ذکر نہ ہو کہ صکوک جاری کرنے والے کی تعدی یا کوتاہی نہ ہونے کے باوجود وہ حاملینِ صکوک سے صکوک کو قیمتِ اِسمیہ (Face-value) پر واپس خریدے گا۔ نوٹ : قیمتِ اِسمیہ اُس قیمت کو کہتے ہیں جو صکوک جاری کرتے وقت طے کی گئی تھی۔ 3

تداولِ صکوک (صکوک کی خرید وفروخت)

ڈاکٹر اَشرف محمد دَوابہ اپنی کتاب الصکوک الاسلامیہ میں تداولِ صکوک کی تعریف کو معاییر شرعیہ سے نقل کرتے ہیں:

التصرف في الحق الشائع الذي يمثله الصك بالبيع أو الرهن أو الهبة أو غير ذلك من التصرفات الشرعية.[4]

وہ غیر متعین حق جس کی نمائندگی صک کرتا ہے اُس میں شرعی تصرف مثلاً بیع، رہن، ہبہ وغیرہ کرنے کو تداولِ صکوک کہتے ہیں۔

اِسلامی صکوک اَولاً مشارکہ کا حصہ ہوتے ہیں قرض نہیں ہوتے کیونکہ صکوک کے ذریعہ لوگ نفع کی غرض سے اپنا سرمایہ لگاتے ہیں۔ یہ حصہ نقدی سے شروع ہوتا ہے اَور اَعیان (اَشیائ) یا منافع میں تبدیل ہوتا ہے یا اُدھار بیوع کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے دیون میں تبدیل ہوتا ہے اَور کسی بھی طریقے سے قرض نہیں بنتا۔

اِسلامی صکوک کے تداول کے شرعی ضابطے :

حاملینِ صکوک کو صکوک میں بیع اَور ہبہ وغیرہ وہ تمام تصرفات کرنے کا حق ہے جو شرعاً مالک کو اپنے مال میں حاصل ہوتا ہے۔ اَور شریعتِ اِسلامیہ غیر متعین (مشاع) حصے میں اِسی طرح تصرف کرنے کی اِجازت دیتی ہے جیسا کہ کل (ملکیتی مال) میں تصرف کرنے کی اِجازت دیتی ہے۔ اَلبتہ اِسلامی صکوک کی خرید وفروخت موجودات کی حقیقت کے مطابق چند اَحکام کی پابند ہوتی ہے۔ یہ موجودات کبھی نقدی، دیون، اَعیان (اَشیائ) اَور منافع کا آمیزہ ہوتے ہیں اَور کبھی اُن میں سے تنہا کسی ایک کی صورت میں ہوتے ہیں۔ غرض جس نوعیت کے موجودات ہوں گے اُن کے موافق ہی تصرف کے اَحکام بھی ہوں گے۔

موجودات کس وقت نقدی ہوتے ہیں : موجودات عام طور سے مندرجہ ذیل صورتوں میں نقود (نقدی) ہوتے ہیں :

(I) صکوک کی فروختگی کی مدت میں یعنی صکوک کے اِجراء کے وقت سے فروخت مکمل ہونے تک۔

(II) کام میں سرمایہ لگانے کے وقت لیکن اَبھی کام شروع نہ ہوا ہو۔

(III) مالی منصوبے کی مدت ختم ہونے سے پہلے یعنی منصوبے کے تصفیہ اَور حساب کی بے باقی کی تاریخ سے پہلے۔

(1) جب اَکثر موجودات نقدی ہوں:

مذکورہ بالا تین حالات میں موجودات نقدی کی صورت میں ہوتے ہیں خواہ فروختگی کے دَوران کی مدت ہو یا اِس کے بعد کی ہو۔ اِن حالات میں صکوک کا تداول صرف اُس وقت جائز ہے جب وہ نقدی کی نقدی کے عوض بیع کے جو مخصوص شرعی اَحکام ہیں اُن کے موافق ہو کیونکہ منصوبے میں شریک کے لیے اِس مرحلہ میں کسی بھی نفع کے مطالبے کا حق نہیں ہے۔ لہٰذا اگر حاملینِ صکوک اِن میں سے کسی حالت میں صکوک کو فروخت کرنا چاہیں تو وہ ان کو صرف اُن کی قیمت اِسمیہ (Face-value) پر فروخت کر سکتے ہیں کمی بیشی کے ساتھ نہیں بیچ سکتے۔ اَور اِس معاملہ کو بیع کا فسخ یا بیع کا اِقالہ سمجھا جائے گا نئی بیع نہ سمجھی جائے گی۔

(2) جب اَکثر موجودات دیون ہوں :

موجودات اُس وقت دیون بنتے ہیں جب منصوبے والا حاصل شدہ سرمائے کو اُدھار بیع میں لگائے خواہ وہ مساومہ (یعنی عام) بیع ہو یا اُدھار مرابحہ ہو یا بیع سلم ہو۔ غرض منصوبے والا حاصل شدہ

سرمائے سے اَشیاء اَور زمین خریدتا ہے پھر اُن کو اُدھار فروخت کرتا ہے تو اِس طرح وہ اپنے موجودات کو دیون میں بدل لیتا ہے جو اِس کے خریداروں کے ذمہ میں آتے ہیں۔ بیع سلم میں رأس المال پہلے اَدا کرنے سے منصوبے والا اپنے موجودات یعنی نقدی کو دیون میں بدل لیتا ہے کیونکہ مسلم فیہ پر رب السلم کے قبضہ کرنے سے پہلے وہ بائع کے ذمہ دین ہوتا ہے۔

اِس حالت میں صکوک دیون کی نمائندگی کرتے ہیں اَور جمہور کے نزدیک اِن صکوک کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے جبکہ مالکیہ کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ جائز ہے جو یہ ہیں :

(i) مشتری مدیون (مقروض) کو ثمن (قیمت) پہلے ہی اَدا کر دے تاکہ یہ بیع الکالی بالکالی (اُدھار کی اُدھار کے عوض بیع) نہ بنے جس کی حدیث میں ممانعت ہے۔

(ii)مسلم اِلیہ یعنی جس کے ذمہ مال کی فراہمی دین ہے وہ اُدھار کرنے والے مشتری (یعنی رب السلم) کے شہر اَور علاقہ کا ہو، تاکہ اُدھار کرنے والے مشتری کو مدیون بائع کی مالی حالت کا علم ہو کہ وہ غنی ہے یا فقیر ہے۔

(iii)مدیون دین کا اِقرار کرتا ہو۔ اگر انکار کرتا ہو تو اُس سے دین کا تبادلہ کرنا جائز نہیں ہے۔

(iv)دین کو غیر جنس کے عوض فروخت کرے۔ اَور اگر ہم جنس میں فروخت کرے تو جائز نہیں ہے۔

(v)نہ دین نقدی ہو نہ ثمن نقدی ہو اگرچہ نقود مختلف نوعیتوں کے ہوں کیونکہ اُن کی بیع کی صحت کے لیے تقابض شرط ہے (یعنی اگر دونوں طرف سونا یا چاندی ہو یا ایک طرف سونا اَور دُوسری طرف چاندی ہو تو مجلسِ عقد میں اِن پر دونوں طرف سے قبضہ شرط ہے۔ اَور اگر دونوں طرف سے کرنسی ہو تو مجلسِ عقد میں کم از کم ایک طرف سے قبضہ ہونا شرط ہے)۔

(vi)دین اُس چیز کا ہو جس کی بیع قبضے سے پہلے جائز نہ ہو۔ اِس طرح بعام (غلہ) سے اِحتراز ہوا کیونکہ بعام پر قبضہ سے پہلے بیع جائز نہیں ہے۔

(vii)مدیون اَور خریدار کے دَرمیان عداوت نہ ہو۔ اِسی طرح مشتری کا مدیون کو مشقت میں ڈالنے کا یا نقصان پہنچانے کا قصد نہ ہو۔

جب یہ تمام شرائط موجود ہوں تو دین کی بیع جائز ہے اَور اگر اِن میں سے ایک بھی شرط مفقود ہو تو بیع جائز نہ ہو گی۔

(3)جب موجودات اعیان و منافع ہوں :

عمل میں سرمایہ لگانے کے بعد موجودات اعیان و منافع کی صورت اِختیار کر لیتے ہیں مثلاً منصوبہ ساز مشینیں اَور آلات خرید لے تاکہ اُن کو اُجرت پر دے یا زمین خرید کر اُس کی اِصلاح کرے یا اُس پر عمارت تعمیر کرے اَور پھر اُس کو اُجرت پر دے۔

موجودات تنہا اَعیان (اَشیائ) ہوں یا تنہا منافع ہوں یا اَعیان و منافع کا مجموعہ ہوں صکوک مالی اَشیاء میں حصہ کی نمائندگی کرتے ہیں اَور اِسی وجہ سے کسی بھی شرط یا قید کے بغیر اُن کا تداول جائز ہے۔

(4) جب موجودات میں نقود، دیون، اعیان اَور منافع ملے جُلے ہوں:

اِس حالت میں صکوک اُن ملی جلی چیزوں کے غیر متعین (مشاع) حصے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اِن صکوک کا معاملہ کمپنیوں کے حصص جیسا ہے کہ طرفین کی رضامندی سے اُس قیمت کے عوض میں جس پر دونوں راضی ہوں بیع و شراء کے ساتھ تداول جائز ہے خواہ وہ قیمت صکوک کی قیمت اِسمیہ کے مساوی ہو یا اُس سے کم و بیش ہو۔

لیکن بعض فقہا کے نزدیک یہ معاملہ اُس وقت جائز ہے جب نقود (نقدی) ودَیون سے اَعیان و منافع نسبتاً زیادہ ہوں کیونکہ شریعتِ اِسلامیہ غالب پر کل والا حکم لگاتی ہے۔ مجمع فقہ اسلامی نے اِس صورت کو اختیار کیا ہے۔

بعض دیگر حضرات نے موجودات کے محض مخلوط ہونے کو کافی سمجھا اور اُنہوں نے اعیان و منافع کے غلبہ کی شرط نہیں کی بلکہ تبعیت کو اِختیار کیا۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ جس شے کی علیحدہ مستقل بیع جائز نہیں اُس کی بیع اُس وقت جائز ہے جب وہ کسی اَور قابلِ فروخت شے کے تابع ہو۔ فتاوی مجموعة البركة میں اِس کو اِختیار کیا ہے۔ مجموعہ ادلّہ کے شرعی مشیر کی بھی یہی رائے ہے، وہ لکھتے ہیں:

ضروری ہے کہ عمل میں اَعیان و منافع کا معاملہ نقود ودیون کی جانب ہو یعنی اِن کا تبادلہ نقدی سے ہو، اعیان و منافع کا غالب ہونا شرط نہیں ہے اگرچہ اَولیٰ ہے۔ لہٰذا بس اِتنی بات کافی ہے کہ اعیان و منافع موجود ہیں۔ اِس کی دلیل یہ حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "من باع عبدا وله مال فماله للبائع إلا أن يشترطه المبتاع".5 (جس نے غلام بیچا اَور غلام کے پاس کچھ مال ہو تو وہ مال بائع کا ہے اِلا یہ کہ مشتری غلام کے ساتھ اُس مال کی بھی شرط کرلے)۔

جب مشتری نے غلام کے پاس موجود مال کے مبیع میں شامل ہونے کی شرط کی تو طے شدہ قیمت غلام اَور اُس کے پاس موجود مال دونوں کے عوض میں ہوئی حالانکہ یہ ممکن ہے کہ غلام کے پاس جو مال ہے وہ طے شدہ قیمت سے کہیں زیادہ ہو، اِس جواز کی یہی توجیہ ہوسکتی ہے کہ نقدی غلام کے تابع ہے مضاربت اَور مشارکہ میں بھی نقود اعیان و منافع کے تابع ہوتے ہیں جو کہ مشارکہ کی حقیقت کے اِعتبار سے اَصل ہوتے ہیں کیونکہ مشترکہ نفع حاصل کرنے میں یہ تجارتی سامان ہوتے ہیں۔6

AAOIFI کے معاییر شرعیہ نے تداولِ صکوک کے لیے مندرجہ ذیل ضوابط مقرر کیے:

صکوک کی فروختگی اَور تخصیص (یعنی اُن کی الاٹمنٹ) کے بعد اَور کاروباری عمل شروع ہونے کے بعد اُن کا تداول جائز ہے جب موجودات اعیان ہوں یا منافع ہوں یا خدمات ہوں۔ عمل شروع کرنے سے پہلے تداول صرف اُس وقت جائز ہوگا جب اُس میں عقدِ صَرف کے ضوابط شرعیہ کا لحاظ کیا گیا ہو جیسا کہ تصفیہ مکمل ہونے کے بعد جب موجودات دیون کی شکل میں ہوں یا صکوک جس شے کی نمائندگی کررہے ہوں اُس کی اُدھار بیع مکمل ہوچکی ہو تو صکوک کے تداول میں دیون کے اَحکام کی پابندی لازمی ہے۔

صکوک کا تداول جس متعارف اَور مروجہ طریقے سے کریں جائز ہے جبکہ وہ شرع کے مخالف نہ ہو مثلاً بالمشافہ ہو یا اَلیکٹرونک واسطوں سے ہو۔

موجودات جو کرائے پر دیے ہوئے ہوں یا جن کو کرایہ پر دینے کا وعدہ ہو اُن کے صکوک کا تداول فروختگی کے وقت سے لے کر انتہائے مدت تک جائز ہے۔

اعیان کے منافع کی ملکیت کے صکوک کا تداول اُن اعیان کو دوبارہ اِجارہ پر دینے سے پہلے جائز ہے۔ جب وہ اعیان دوبارہ اجارہ پر دیے جائیں تو اُس وقت صکوک اُجرت کی نمائندگی کرتے ہیں اور یہ اُجرت دُوسرے مستاجر پر دین ہوتی ہے۔ اُس وقت صکوک کا تداول اُن اَحکام کا پابند ہو گا جو دیون میں تصرف اَور ضوابط سے متعلق ہیں۔

ذمہ میں موصوف اَعیان (اَشیاء) کے منافع کی ملکیت کے صکوک کا تداول اُن اعیان کی تعیین سے پہلے جائز نہیں جن کی منفعت کو وصول کرنا ہے مگر جبکہ دیون میں تصرف کے ضوابط کی پابندی کی جائے۔ اَلبتہ جب اِن اعیان کی تعیین ہو جائے تو اُس وقت ان صکوک کا تداول جائز ہے۔

وہ خدمات جن کو کسی متعین جہت و جانب سے وصول کیا جائے گا اِن کی ملکیت کے صکوک کا تداول ان خدمات کے اِجارے کے اعادے سے پہلے جائز ہے جب اِجارے کا اعادہ ہو جائے تو اُس وقت صکوک اُجرت کی نمائندگی کرتے ہیں جو نئے مستاجر کے ذمہ دین ہوتی ہے لہٰذا دیون میں تصرف کے اَحکام وضوابط کی پابندی ضروری ہے۔

وہ خدمات جن کو ایسی جہت و جانب سے جو موصوف فی الذمہ ہو اُن کی ملکیت کے صکوک کا تداول اُس جہت کی تعیین سے پہلے جائز نہیں جس سے خدمت وصول کی جائے گی اِلا یہ کہ دیون میں تصرف کے ضوابط کی پابندی کی جائے۔ اَلبتہ جب وہ جہت متعین ہو جائے تو تداول جائز ہے۔

متعین اعیان کے منافع کے دُوسرے خریدار کے لیے جائز ہے کہ وہ اِن کو آگے فروخت کر دے اَور اِن کے صکوک بنادے۔[7]

مضاربہ کی لغوی تعریف:

یہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے اور ضرب سے مشتق ہے۔ عربی میں ضرب فی الارض کہتے ہیں زمین پر چلنے کو۔ علامہ شوکانی مضاربہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الْمُضَارَبَةُ مَأْخُوذَةٌ مِنْ الضَّرْبِ فِي الْأَرْضِ: وَهُوَ السَّفَرُ وَالْمَشْيُ، وَالْعَامِلُ: مُضَارِبٌ بِكَسْرِ الرَّاءِ قَالَ الرَّافِعِيُّ: وَلَمْ يُشْتَقَّ لِلْمَالِكِ مِنْهُ اسْمُ فَاعِلٍ؛ لِأَنَّ الْعَامِلَ يَخْتَصُّ بِالضَّرْبِ فِي الْأَرْضِ، فَعَلَى هَذَا تَكُونُ الْمُضَارَبَةُ مِنْ الْمُفَاعَلَةِ الَّتِي تَكُونُ مِنْ وَاحِدٍ مِثْلُ: عَاقَبْت اللِّصَّ.[8]

"مضاربہ، ضرب فی الارض سے مشتق ہے جس کے معنی سفر کرنے اور چلنے کے ہیں۔ عامل کو مضارب کہتے ہیں۔ علامہ رافعیؒ نے فرمایا کہ مالک کو فاعل کے ساتھ مضارب نہیں کہتے اس لیے کہ زمین پر سفر تجارت کے لیے عامل ہی

مخصوص ہے۔اس بناء پر مضاربہ (اس مفاعلہ سے نہیں ہو گی جس میں ایک امر میں دو آدمیوں کا اشتراک ہوتا ہے بلکہ) اس مفاعلہ سے ہو گی کہ جس میں صرف ایک فرد کی طرف سے فعل ہوتا ہے جیسے اس کی مثال ''عاقبت اللص'' یعنی میں نے چور کا تعاقب کیا۔''9

ابو الفضل جمال الدین نے ضرب فی الارض کی تشریح میں کہا،اس کا معنی رزق تلاش کرنے کے معنی میں ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا:﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ﴾[10]یعنی وہ زمین پر (خرید و فروخت) چلنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

مضاربہ کا مفہوم:

مضاربہ کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کسی شخص کو اپنا مال دیں اس شرط پر کہ وہ اس سے تجارت کرے اور نفع دونوں کے درمیان مشترک ہو، گویا یہ لفظ رزق طلب کرنے کے لیے زمین پر چلنے سے ماخوذ ہے۔ عامل اور مال کے مالک کو مضارب کہتے ہیں کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں۔[11]

کتاب اللہ سے مضاربہ کا ثبوت:

مضاربہ کے بارے میں قرآن شریف میں کوئی آیت تو صراحت سے نہیں ہے البتہ عموم نصوص اور اشارات سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔قرآن مجید کی درج ذیل عبارات و نصوص سے مفسرین وفقہاء کرام رحمہم اللہ نے مضاربہ کے جواز پر استدلال کیا ہے:

﴿وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾[12]

''اور کچھ دوسرے ایسے ہوں گے جو اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لیے
زمین میں سفر کر رہے ہوں گے''۔

اس آیت مبارکہ کے بارے میں علامہ رازیؒ و قرطبیؒ و آلوسیؒ و علامہ کاسانی و دیگر مفسرین یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے اور اپنے اہل و عیال کے خرچ کے لیے حلال روزی کماتے ہیں اور مضاربہ بھی ملک میں حلال روزی کی تلاش میں سفر کرنا ہے، چنانچہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ضاربین فی الارض سے مراد ملک میں تجارت کے لیے سفر کرنے والے ہیں اور یہی مضاربہ کے معنی ہیں۔[13]

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾[14]

''تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم (حج کے دوران تجارت یا
مزدوری کے ذریعے) اپنے پروردگار کا فضل تلاش کرو۔''

اس کی تفسیر میں علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ قرآن مجید میں تلاش فضل سے مراد تجارت ہے، اس کی دلیل بخاری کی وہ روایت ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز زمانہ جاہلیت میں بازار تھے مسلمانوں نے موسم حج میں ان بازاروں میں تجارت کرنے کو گناہ خیال کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ''۔[15]

علامہ ماوردیؒ نے مضاربہ کے شرعی جواز پر اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔[16]

﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾[17]

''جب نماز ختم ہو جائے زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔''

علامہ کاسانیؒ و قرطبیؒ نے اس آیت مبارکہ سے مضاربہ کے جواز پر استدلال کیا ہے، چنانچہ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

''زمین پر پھیلنے سے مراد زمین میں رزق طلب کرنے کے لیے تجارت کرنے والے ہیں اس رزق کو قرآن میں فضل اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے''۔[18]

مضاربہ کا ثبوت سنت رسول اللہ ﷺ سے:

مضاربہ کا ثبوت جس طرح کتاب اللہ سے ہے، اسی طرح احادیث نبوی ﷺ سے بھی ہے۔ فقہاء نے مضاربہ کے جواز پر بہت سی احادیث سے استدلال کیا ہے۔ گو احادیث کی سند میں کلام بھی کیا ہے لیکن مجموعی طور پر یہ سب احادیث ایک قوی دلیل کا کام دیتی ہیں، ذیل میں ہم ترتیب سے انہیں بیان کرتے ہیں:

روى ابن أبى الجارود حبيب بن يسارعَنْ ابْنِ عَبَّاسُ أنه قَالَ كَانَ الْعَبَّاسُ إِذَا دَفَعَ مَالًا مُضَارَبَةً، اشْتَرَطَ عَلَى صَاحِبِهِ أَنْ لَا يَمْلُكَ بِهِ بَحْرًا وَلَا يَنْزِلَ بِهِ وَادِيًا، وَلَا يَشْتَرِيَ بِهِ ذَاتَ كَبِدٍ رَطْبَةٍ، فَإِنْ فَعَلَ ضَامِنَ فَبَلَغَ شَرْطُهُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَأَجَازَ شَرْطَهُ.[19]

''ابن ابی الجار و حبیب بن یسارؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب حضرت عباسؓ اپنا مال مضاربہ پر دیتے تو

اپنے مضارب ساتھی پر یہ شرط عائد کردیتے کہ وہ مال کے ساتھ سمندر کا سفر نہ کرے، کسی وادی میں نہ اُترے، اس سے کوئی جاندار نہ خریدے، اگر اس نے ایسا کیا تو وہ ضامن ہوگا۔ نبی کریم ﷺ کو اس شرط کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے اس کو جائز قرار دیا۔"

ایسی حدیث جس کے اندر رسول پاک ﷺ کے سامنے یا آپ ﷺ کے زمانے میں کوئی کام ہوا اور آپ کو اس کی اطلاع ہو جائے اور آپ اس پر نکیر نہ فرمائیں تو وہ کام جائز ہو جاتا ہے اور اس کو حدیث تقریری کہتے ہیں اور اس جواز کی وجہ یہ ہے کہ جب شارع علیہ السلام کے سامنے کوئی کام ہو اور وہ ناجائز ہو تو اس کام کو روکنا چاہیے تھا اور جب شارع نے اس کو نہ روکا تو گویا یہ کام جائز ہوا، چنانچہ کسی کام کے ثبوت کے بعد اس پر آپ ﷺ کا سکوت کرنا اس کے جواز کی دلیل ہوتی ہے۔ اس اصول کی بناء پر فقہاء نے بہت سے مسائل مستنبط کیے ہیں۔

علامہ سرخسیؒ نے آخر میں یہ ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ کو ان شرائط کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے ان کو اچھا سمجھا۔[20]

شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانیؒ کا قول ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت عرب کے لوگ مضاربہ کرتے تھے، آپ ﷺ نے انہیں اس پر برقرار رکھا۔[21]

علامہ کاسانی نے بھی فرمایا ہے کہ اسی طرح جب نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت عرب کے لوگ آپس میں مضاربہ کا معاملہ کرتے تھے تو آپ ﷺ نے ان پر نکیر نہیں فرمائی۔ آپ ﷺ کی عدم نکیر یا سکوت سے ان کے اس رواج کو برقرار رکھنے کی تائید ہوتی ہے اور آپ ﷺ کا اس امر کو برقرار رکھنا سنت کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔[22]

حضرت عباسؓ کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت عرب میں مضاربہ کا رواج عام تھا، نیز روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبوت سے پہلے جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ معاملہ کیا تھا چنانچہ ابن سعدؒ نے ان الفاظ کے ساتھ روایت بیان کی ہے:

ومنهم خديجة خويلد أم المؤمنين فقد علم أنه كان لها مال كبير وتجارة تبعث إلى الشام فيكون غيرها كعامة غير قريش وكانت تستأجر الرجال وتدفع المال مضاربة ولما خرج عليه السلام فى تجارتها مع غلامها ميسرة قالت أنا أعطيك ضعف ما أعطى قومك ففعل رسول الله ﷺ وخرج إلى سوق بصرى

وباع سلعته التي أخرج واشترى غيرها و قدم بها فربحت ضعف ما كانت تربح فأربحت رسول الله ﷺ ضعف ما سمت له.[23]

''ان میں سے حضرت خدیجہ بنت خویلد ام المومنین تھیں، آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ وہ مالدار ہیں اور ملک شام تجارت کے لیے سامان بھیجتی ہیں۔ دوسرے قریش کے افراد کے قافلہ کی طرح ان کا بھی قافلہ تھا اور وہ اجرت پر مردوں سے اپنی تجارت کا کام لیتی تھیں اور مضاربہ پر مال بھی دیا کرتی تھیں جب نبی کریم ﷺ نے ان کے غلام میسرہ کے ساتھ ان کی تجارت میں جانے کا ارادہ کیا، تو حضرت خدیجہؓ نے فرمایا کہ میں اپنی قوم کو جتنا نفع دیتی ہوں، اس کا دوگنا نفع آپ کو دوں گی، نبی کریم ﷺ نے قبول کر لیا اور بصری شہر کے بازار گئے اور جو سامان لائے تھے۔ وہ بیچا اور دوسرا سامان خریدا اور مکہ لے کر آئے (اور اسے بیچا) تو حضرت خدیجہؓ کو پہلے جتنا نفع ہوتا تھا، اس کا دوگنا نفع ہوا، چنانچہ حضرت خدیجہؓ نے جو نفع آپ ﷺ کے لیے مقرر کیا تھا اس کا دوگنا آپ کو دیا''۔

س واقعہ کو دوسرے اصحاب سیر اور فقہاء نے بھی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ شیخ شمس الدین رملیؒ نے اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد آخر میں وجہ استدلال یہ ذکر کی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نبوت ملنے کے بعد مضاربہ کو برقرار رکھ کر اس واقعہ کو بیان کیا ہو۔ آپ ﷺ نے اس کا انکار نہیں کیا، اگر یہ معاملہ ناجائز ہوتا۔ آپ ﷺ ضرور اس کی طرف اشارہ فرماتے کہ اب یہ جائز نہیں ہے، لیکن ایسا کوئی اشارہ آپ ﷺ سے منقول نہیں۔ اس لیے اس واقعہ سے بجا طور پر مضاربہ ثابت ہوتی ہے۔[24]

عَنْ صُهَيْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((ثَلَاثٌ فِيهِنَّ الْبَرَكَةُ، الْبَيْعُ إِلَى أَجَلٍ، وَالْمُقَارَضَةُ، وَأَخْلَاطُ الْبُرِّ بِالشَّعِيرِ، لِلْبَيْتِ لَا لِلْبَيْعِ)).[25]

''حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزوں میں برکت ہے، کسی مدت تک اُدھار خرید و فروخت کرنا،

مضاربہ اور گھر میں رکھنے کے لیے گیہوں کو جو کے ساتھ ملانا، بیچنے کے لیے نہیں، (یعنی بیچنے کے لیے نہ ملائے کیونکہ وہ دھوکہ و ملاوٹ ہو جائے گی)"۔

ایک دوسری روایت میں ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے مضاربہ کی طرف شوق بھی دلایا ہے، فرمایا:

(من عالی ثلاث بنات......فھو اسیر......فاعینوہ یا عباد اللہ ضاربوہ وداینوہ).[26]

"جس کے ذمہ تین لڑکیوں کی پرورش ہو (وہ قیدی کے مانند) ہے تو اے اللہ کے بندو! اس کی مدد کرو، اس سے مضاربہ کرو اور اسے قرض دو"۔

اس مذکورہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ صرف مضاربہ جائز ہے بلکہ ایک مستحسن عمل ہے، اس لیے جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف رغبت وشوق دلایا ہے۔

اجماع اور صحابہ کرامؓ کے تعامل سے مضاربہ کا ثبوت:

سنت سے مضاربہ کے ثبوت کے بعد اجماع امت و صحابہ کے تعامل سے بھی اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، جس طرح احکام وحدیث سے ثابت کیے جاتے ہیں اسی طرح فقہ میں اجماع سے بھی احکام کا ثبوت حاصل ہوتا ہے۔ مضاربہ کے بارے میں تمام مسلمانوں نے اجماع کیا ہے اور اس کی تائید علامہ ابن رشد کے اس قول سے ملتی ہے:

"مسلمانوں کے درمیان مضاربہ کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اور سب نے اس پر اجماع کیا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو مال اس شرط پر دے کہ وہ اس کے ذریعہ تجارت کرے اور مال کے نفع میں سے ایک معلوم حصہ عامل کا ہو"۔[27]

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"مضاربہ کے جواز میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ زمانہ جاہلیت میں تھا اور اسلام نے اسے برقرار رکھا"۔[28]

علامہ کاسانیؒ نے اجماع مضاربہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"اجماع کے متعلق یہ عرض ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت کے بارے میں یہ روایت ہے کہ انہوں نے یتیم کا مال مضاربہ پر دیا۔ ان میں سے حضرت عمر، عثمان، علی، ابن مسعود، ابن عمر، عبید اللہ بن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور ان کے کسی ساتھیوں میں سے کسی سے انکار منقول نہیں ہے اور اس جیسی صورت سے اجماع منعقد ہو جاتا ہے"۔[29]

ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

"اہل علم نے مضاربہ کے جواز پر فی الجملہ اجماع کر لیا ہے"۔ [30]

ابن منذرؒ نے بھی اسے ذکر کیا ہے۔ [31]

مرتضیٰ زبیدی کہتے ہیں:

"امت کا مضاربہ کو قبول کرنا اس کے جواز پر اجماع کی واضح دلیل ہے، ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ اس عقد (یعنی مضاربہ) کی دلیل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہے اور اجماع کی سند یہ ہے کہ یہ معاملہ یعنی (مضاربہ) نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں تھا اور اس کے بعد مسلمانوں نے اس معاملہ کو شائع اور مشہور دیکھا اور شرعی طور پر اس کے جواز پر تحقیق ثابت کی اور اس پر اجماع کر لیا تو یہ مجمع علیہ معاملہ ہو گیا"۔[32]

فقہ کی معروف کتاب "الہدایہ" میں شیخ الاسلام برہان الدینؒ فرماتے ہیں:

بُعِثَ النَّبِيّ ﷺ وَالنَاس يُبَاشِرُونه فَأقرهم عَلَيْه.[33]

"نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت عرب کے لوگ آپس میں مضاربہ کا معاملہ کرتے تھے (اور اس کا رواج عام تھے) آپ ﷺ نے بھی ان کو اس پر برقرار رکھا"۔

اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ آیا کوئی آیت قرآنی بھی مضاربہ پر دلالت کرتی ہے یا نہیں؟

اقسام

مضاربت کی دو قسمیں ہیں:

1۔ مضاربت مطلقہ: جس میں سرمایہ فراہم کرنے والا شخص کوئی قید یا حدود دبیان نہ کرے، بلکہ مضارب کو مکمل اجازت ہو کہ وہ جس شہر میں اور جو بھی کاروبار یا عمل کرنا چاہتا ہے، وہ کرے۔

2۔ مضاربت مقیدہ: جس میں سرمایہ فراہم کرنے والا کاروبار یا مقام کو خاص کردے، مثلا مضارب کو کہہ دے کہ تم صرف کپڑے کا کاروبار کروگے یا اس کو کسی ایک خاص متعین شہر کا پابند بنادے کہ اس شہر سے باہر جاکر کام نہیں کروگے مضارب پر ایسی شرط لازم ہوتی ہے۔

مضاربت کی مختلف صورتیں

پہلی صورت:

دو افراد معاہدہ مضاربت کریں۔ایک رب المال اور دوسرا مضارب۔

دوسری صورت:

دو سے زیادہ افراد مضاربت کریں اس کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

(الف)پہلی صورت

ایک سے زائد افراد(رب المال)سرمایہ فراہم کریں اور ایک سے زائد افراد(مضارب)اس سرمایہ پر محنت کریں۔

(ب)دوسری صورت

سرمایہ ایک فرد(رب المال)فراہم کرے اور ایک سے زائد افراد(مضارب)اس سے کاروبار کریں۔

(ج)تیسری صورت

سرمایہ چند افراد مل کر فراہم کریں اور محنت ایک فرد کرے۔

مضاربت کی مندرجہ بالا تمام صورتیں جائز ہیں۔

مضاربت کے ارکان: مضاربت کے دو ارکان ہیں۔ایجاب اور قبول

ارکان کے لئے الفاظ کی ضرورت ہے جو جانبین کے معاہدہ مضاربت پر رضامندی کو ظاہر کریں۔مثلاً ایک فریق کہتا ہے یہ مال(سرمایہ)لو اور اس سے ”مضاربت“ یا ”مقارضہ“ یا ”معاملہ“ کرو۔یا یہ مال مضاربت کے لئے لو۔اس

پر جو منافع ہو گا' وہ ہم نصف نصف یا دو تہائی اور ایک تہائی کے حساب سے تقسیم کر لیں گے اور جواب میں مضارب کہے کہ میں نے یہ سرمایہ حاصل کیا یا ''میں اس معاہدہ پر راضی ہوں'' یا ''میں نے قبول کیا''۔

مضاربت کی شرائط

معاہدہ مضاربت کی درج ذیل شرائط ہیں۔

راس المال (یعنی سرمایہ) نقدی یا زر یا سونے چاندی کی صورت میں ہونا چاہئے۔ باقی مال تجارت (عروض التجارۃ) کے ساتھ مضاربت جائز نہیں ہے۔ نقدی ہونا ضروری ہے کیونکہ مال تجارت کی قیمتوں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے جس کی وجہ سے قدر سرمایہ اور منافع کی مقدار بھی تبدیل ہو جاتی ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ یہ کپاس یا کپڑا ایک ہزار روپے کا ہے۔ یہ لو اور مضاربت کی بنا پر اس کو بیچو تو معاملہ درست نہیں ہے۔ البتہ اگر مضارب سے کہا جائے کہ یہ مال تجارت لو اور اس سے جو سرمایہ حاصل ہو۔ اسکے ساتھ مضاربت کرو تو حنفی اور حنبلی فقہ کے مطابق جائز ہے جبکہ حنبلی مکتبہ فکر کے مطابق مشینری اور اوزاروں کی صورت میں سرمایہ فراہم کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ شکست و ریخت کے اخراجات رب المال کے ذمہ ہوں۔

معاہدہ مضاربت کے وقت راس المال (سرمایہ) معلوم ہونا ضروری ہے تاکہ کسی قسم کا تنازعہ پیدا نہ ہو سکے۔

معاہدہ مضاربت کے موقع پر رب المال کے پاس سرمایہ کی موجودگی ضروری ہے۔ مضارب پر اگر قرض ہو تو اس کی بنیاد پر معاہدہ مضاربت نہیں ہو سکتا ہے۔ البتہ اگر مضارب کو کسی اور شخص سے قرض وصول کرنے اور اس کے بعد کاروبار شروع کرنے کے لئے کہا جائے۔ اس صورت میں مضارب رب المال کا نمائندہ ہو گا۔

معاہدہ کے وقت سرمایہ مضارب کے حوالے کیا جائے تاکہ وہ اسی پر تصرف کر سکے۔ اگر یہ کہا جائے کہ رب المال مضارب کے ساتھ کاروبار میں حصہ لے گا تو معاہدہ منسوخ ہو جائے گا۔

متوقع منافع میں سے مضارب کا حصہ (شرح یا فیصد) معلوم ہونا چاہئے۔ مثلاً نصف یا تیسرا حصہ وغیرہ۔ اگرہ یہ کہا جائے کہ اس سرمایہ سے کاروبار کرو' منافع میں سے تمہیں دو ہزار یا (کم و بیش) رقم ملے گی تو مضاربت کا معاملہ منسوخ ہو جائے گا۔ اسی طرح یہ کہنا کہ نصف اور اسکے علاوہ ایک ہزار روپے تو یہ صورت بھی درست نہیں۔

مضارب کا حصہ منافع میں سے طے کیا جائے گا۔ راس المال (سرمایہ) میں سے نہیں۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ نصف مال تمہارا اور منافع میں سے بھی اتنا اور اتنا حصہ یہ درست نہیں۔ اسی طرح یہ شرط بھی درست نہیں کہ مضارب کو نصف یا تیسرا حصہ منافع کے علاوہ ماہانہ تنخواہ بھی ملے گی۔ یہ شرط باطل ہے جبکہ معاہدہ درست ہے۔ مضارب صرف منافع

میں سے حصہ کا مالک ہے لیکن اگر شرط یہ ہو کہ مضارب کو رہنے کو مکان یا زراعت کے لئے زمین بھی دی جائے گی تو معاہدہ فاسد ہو گا۔

اگر مضارب کے پاس رب المال کا مال یا مالی ذرائع بطور رہن موجود ہوں اور رب المال نے مضارب سے قرض لے رکھا ہو تو ایسے سرمایہ پر مضارب درست نہیں ہے۔

ثبوت

اہل علم نے شریعت میں مضاربت کے جواز اور ثبوت پر یوں تو بعض آیات قرآنی سے بھی استدلال کیا ہے اور ان آیات کا ذکر کیا ہے جن میں مطلق تجارت، کسب معاش اور کسب معاش کی غرض سے سفر کا ذکر ہے،[34] لیکن میرے ناقص فہم میں ان آیات سے مضاربت پر استدلال بہت دور از کار محسوس ہوتا ہے، زیادہ سے زیادہ ان آیات سے استیناس ہی کیا جا سکتا ہے۔ البتہ بعض روایات میں مضاربت کا ذکر موجود ہے، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ راوی ہیں کہ حضرت عباسؓ نے ایک صاحب کو مضاربت کے طور پر مال دیا اور شرط لگائی کہ اس مال کو لے کر نہ سمندر کا سفر کریں گے، نہ کسی وادی میں قیام کریں گے اور نہ اس پیسے سے جانور خریں گے، اگر مضارب نے ایسا کیا تو وہی اس کا ذمہ دار ہو گا، پھر حضور ﷺ کے سامنے اس معاملہ کو رکھا، آپؐ نے اسمعاملہ کو جائز قرار دیا، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، لیکن اس میں ابو جارود اعمی نامی ایک ایسے راوی آئے ہیں، جن کو بعض محدثین نے نہایت جھوٹا اور قابل ترک قرار دیا ہے،[35] اسی طرح حضرت صہیب سے مروی ہے کہ تین چیزوں میں برکت ہے، ادھار فروخت، مقارضہ یعنی مضاربت اور گھریلو استعمال کے لیے گیہوں اور جو کو ملا کر رکھنا،[36] لیکن اس حدیث میں بھی صالح بن صہیب نامی راوی مجہول ہیں۔ اس لیے حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلے میں کوئی صحیح روایت شاید موجود نہیں، لیکن اہل سیر قریب قریب اس پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ کو حضرت خدیجہؓ نے اپنا مال مضاربت کے لیے دیا تھا اور غزوہ بدر کے موقع سے ابو سفیان کا جو تجارتی قافلہ شام گیا تھا، اس سلسلے میں بھی اہل سیر کا بیان موجود ہے کہ مکہ کا کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس نے اپنا تجارتی سرمایہ ان کے حوالہ نہ کیا ہو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں میں اسلام سے پہلے مضاربت کا تصور موجود تھا، اگر مضاربت میں شرعاً کوئی قباحت ہوتی، تو رسول اللہ ﷺ نے جیسے زمانۂ جاہلیت کی خرید وفروخت کے بعض طریقوں کو منع فرمایا، ضرور تھا کہ آپ ﷺ نے اس کو بھی منع فرمایا ہوتا، اس لیے یہ بجائے خود اسلام میں مضاربت کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔

اسی لیے مضاربت کے جائز ہونے پر علامہ ابو بکر بن منذر نے فقہا کا اجماع نقل کیا ہے،[37] حضرات صحابہؓ سے یتیم اور بیت المال کے مال میں مضاربت ثابت ہے اور بقول علامہ کاسانی عہد نبویؐ سے آج تک ہر عہد میں مضاربت پر

مسلمانوں کا تعامل رہا ہے، جو اس پر اجماع کی دلیل ہے۔[38] حقیقت یہ ہے کہ مضاربت میں بڑی مصلحت ہے اور اس میں مالداروں اور غربا دونوں کا نفع ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں نعمتوں اور صلاحیتوں کی تقسیم فرمائی ہے، بعض لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کو دولت و ثروت سے سرفراز فرمایا ہے، لیکن ان میں تجارت اور کاروبار کی صلاحیت اور لوگوں سے موثر رابطہ کا شعور اور تجربہ نہیں اور بعض حضرات کے اندر تجرانہ سوجھ بوجھ اور کاروباری صلاحیت بیکار رہے گی اور ضائع ہوگی اور اگر ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کریں تو ان دونوں کو بھی نفع ہوگا اور بحیثیت مجموعی قوم اور سماج کو بھی ان کے فوائد ہوں گے، اسی لیے شریعت نے مضاربت کو جائز رکھا۔

درست ہونے کی شرطیں

بعض شرطیں معاملہ کے دونوں فریق سے بعض سرمایہ سے، اور بعض اس کے نفع سے متعلق ہیں۔ سرمایہ کار ایک سے زیادہ بھی ہوسکتے ہیں، جیسے چند آدمی مل کر کسی کے پاس مضاربت کے لیے سرمایہ حوالہ کریں، مضارب بھی ایک سے زیادہ ہوسکتے ہیں۔ یعنی ایک شخص مشترکہ طور پر ایک سے زیادہ آدمی کو تجارت کے لیے سرمایہ حوالہ کرے،[39] اسی سے معلوم ہوا کہ موجود انوسٹمنٹ کمپنیاں جو مختلف لوگوں سے سرمایہ حاصل کرکے اپنی صلاحیت کو استعمال کرتی ہیں اور اس پر نفع حاصل کرتی ہیں یہ صورت جائز ہے اور قانون مضاربت کے دائرہ میں آتی ہے۔

مضاربت کے صحیح ہونے کے لیے درج ذیل شرطیں ہیں:

1. معاملہ کے دونوں فریق اس بات کی صلاحیت رکھتے ہوں کہ وہ کسی کو وکیل بنائیں اور خود وکیل بن سکیں، اسی لیے مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان بھی مضاربت ہوسکتی ہے، کیونکہ یہ ایک دوسرے کے وکیل بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔[40]
2. سرمایہ کار نے مضاربت کے لیے جو مال دیا ہو، جس کو اصطلاح میں رأس المال کہتے ہیں، وہ درہم و دینار اور مروج کرنسی کی صورت میں ہو، دوسرے سامان چاہے، منقول ہوں یا غیر منقولہ، جیسے مکان اور کپڑا وغیرہ ان کو مضاربت کا سرمایہ نہیں بنایا جاسکتا۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تو سونے اور چاندی ہی کا سکہ ضروری ہے، دوسری کرنسی مضاربت کا سرمایہ نہیں بن سکتی، لیکن امام محمدؒ کے یہاں بن سکتی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے[41] کرنسی کے علاوہ دوسری اشیا میں مضاربت کی صورت اس طرح ہوسکتی ہے کہ مضارب کو سامان دے اور کہے کہ اسے کرنسی سے فروخت کردو اور اسی سے مضاربت کرو، تو یہ صورت جائز ہے۔ لو دفع إليه عرضا أو عبدا فقال بعه واقبض ثمنه واعمل به مضاربة فباعه بدراهم أو دنانير وتصرف فيها جازت المضاربة، كذا في محيط السرخسي۔[42]

3. مضاربت کا اصل سرمایہ معلوم و متعین ہو، تاکہ یہ بعد میں نزاع کا باعث نہ ہو، چاہے زبان سے تعیین کیا جائے، یا اشارہ سے متعین کر دیا جائے، تاہم اگر بعد میں سرمایہ کی مقدار یا اس کی نوعیت و کیفیت کی بابت فریقین کے درمیان ہو جائے اور کوئی ثبوت اس سلسلے میں موجود نہ ہو تو قسم کے ساتھ مضارب کی بات معتبر ہو گی۔(حوالۂ سابق)

4. یہ سرمایہ نقد ہو نہ کہ دین، مثلاً الف کے "ب" پر دس ہزار روپے تھے، "الف" نے "ب" سے کہا کہ اسی دین میں جو تمھارے ذمہ ہے، مضاربت کرو اور اسی میں مضاربت کی، تو یہ مضاربت فاسد ہو گی [43] یہ بھی ضروری ہے کہ صاحب سرمایہ سرمایہ کو مضارب کے حوالہ کر دے اور اس کے قبضہ میں دے دے تاکہ اس کے تصرف میں کوئی مانع باقی نہ رہے، [44] البتہ حنابلہ کے نزدیک صاحب سرمایہ اس پر اپنا قبضہ برقرار رکھ سکتا ہے [45]

5. نفع میں یہ بات ضروری ہے کہ مضارب اور سرمایہ کار دونوں کی نفع میں شرکت ہو، کیونکہ اگر تمام نفع کی شرط سرمایہ دار کے لیے لگا دی جائے تو یہ معاملہ بضاعت کا ہو گا نہ کہ مضاربت کا، اور نفع و نقصان مکمل طور پر سرمایہ کار سے متعلق ہو جائے گا اور اگر پورا نفع مضاربت کے لیے طے کر دیا جائے، تو یہ سرمایہ اس پر قرض ہو گا اور نفع و نقصان اسی سے متعلق ہو گا۔ [46] اور اگر اصل سرمایہ میں سے بھی مضاربت کو دینا طے کیا گیا، تو مضاربت کا معاملہ فاسد ہو جائے گا۔ [47] اس لیے ضروری ہے کہ نفع میں دونوں فریق کی شرکت ہو اور سرمایہ پر سرمایہ کار کی تنہا ملکیت باقی رہے۔

6. یہ بھی ضروری ہے کہ سرمایہ کار کے لیے نفع کی قطعی مقدار جیسے ایک ہزار، دو ہزار متعین نہ کر دی جائے بلکہ نفع کا تناسب متعین کیا جائے مثلاً نفع کا نصف، چوتھائی، تہائی وغیرہ۔ [48]

شرط لگانا

مضاربت سے ایک اہم مسئلہ شرائط کا متعلق ہے، مضاربت میں ایسی شرط کا لگانا کہ جس سے نفع متعین باقی نہ رہے یا نفع میں دونوں فریق کی شرکت باقی نہ رہ پائے، مضاربت کے معاملہ کو فاسد کر دیتی ہے اور اگر اس طرح کی شرط تو نہیں لگائی لیکن ایسی شرط لگائی جو مضاربت کے اصول کے خلاف ہو، تو معاملہ درست ہو گا اور خود شرط فاسد ہو جائے گی، مثلاً سرمایہ کار نے کہا کہ نفع کا تہائی حصہ اور مزید ایک ہزار روپے تمھیں ملا کریں گے تو مضاربت جائز ہو گی۔ نفع کا ایک تہائی حصہ مضارب کو ملے گا اور ایک ہزار روپے کی شرط نامعتبر ہو گی۔ [49]

حکم

مضاربت پر کیا حکم اور اثر مرتب ہوگا؟ اس سلسلے میں حاکم شہید کی کتاب ''الکافی'' کے حوالے سے بڑا جامع بیان فقہا نے نقل کیا ہے اور وہ یہ کہ مضارب ابتدائی مرحلہ میں جب تک کہ اس نے سرمایہ میں تصرف نہیں کیا ہو، امین کا درجہ رکھتا ہے اور سرمایہ کی نسبت سے اس پر وہی احکام جاری ہوں گے جو امانت پر جاری ہوتے ہیں، پھر جب مضارب نے اس پر تصرف کیا، تو اس کی حیثیت اس مال میں وکیل کی ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے نفع دیا، تو وہ اس نفع میں متعینہ تناسب کے مطابق شریک تصور کیا جائے گا، اگر کسی وجہ سے مضاربت کا معاملہ فاسد ہو گیا، تو وہ اس میں اجیر ہوگا۔ پورا نفع کا حق دار سرمایہ کار ہوگا اور اس کام کی مروجہ اجرت کا مستحق قرار پائے گا، اگر مضاربت نے سرمایہ کار کی ہدایت کی خلاف ورزی کی حالانکہ اس کو شرعاً اس معاملہ میں اس کے حکم کے خلاف ورزی کی اجازت نہیں تھی، تو اب مضارب اس سرمایہ کی نسبت سے غاصب تصور کیا جائے گا۔[50]

مضاربت میں اگر اصل سرمایہ میں بھی نقصان ہو جائے تو یہ نقصان سرمایہ کار کا ہوگا۔[51] تاہم یہاں اس امر کی وضاحت مناسب ہوگی کہ اگر دو اشخاص کے درمیان مسلسل تین سال مضاربت کا معاملہ جاری رہا، پہلے اور دوسرے سال علی الحساب نفع کی تقسیم عمل میں آئی اور تیسرے سال بجائے نفع کے نقصان ہو گیا، تو یہ سہ سالہ مدت ایک ہی معاملہ مضاربت کی ہے۔ لہٰذا تیسرے سال جو نقصان ہوا، پہلے اس نقصان کی تلافی گزشتہ دو سال کے نفع سے کی جائے گی، پھر اگر اس سے بھی نقصان کی تلافی نہیں ہوئی تو اصل سرمایہ سے نقصان کی تلافی ہوگی۔

مضاربت ختم ہونے کی صورتیں

مضاربت درج ذیل صورتوں میں ختم ہو جاتی ہے۔

1. فریقین میں سے کوئی معاملہ فسخ کر دے یا سرمایہ کار مضارب کو تصرف سے روک دے اور وہ شرطیں پائی جاتی ہوں جو اس معاملہ کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہیں۔
2. سفریقین ہیں س ے کسی ایک کی موت واقع ہو جائے۔
3. فریقین میں سے کسی ایک کا دماغی توازن متاثر ہو جائے۔
4. اصل سرمایہ کوئی سامان خریدے بغیر ہی ضائع ہو جائے، اب بھی مضاربت باطل ہو جائے گی۔
5. مسلم ملک میں سرمایہ کار کا خدانخواستہ اسلام سے مرتد ہو جانا (العیاذ باللہ) بھی ان اسباب میں سے ہے جن کی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مضاربت ختم ہو جاتی ہے۔[52]

خلاصۃ البحث

مضاربہ شریعت کی روشنی میں جائز ہے۔ قرآن وسنت اور فقہا کی نظر میں بھی جواز کا فتوی ہے۔
صکوکِ مضاربت کی فروختگی اور تخصیص اور منافع واعیان میں کاروباری عمل شروع ہونے کے بعد اِن صکوک کا تداول جائز ہے۔
مجمع فقہ اسلامی نے خاص صکوکِ مضاربت کے تداول کے بارے میں لکھا کہ صکوکِ مضاربت کی فروخت کی مدت ختم ہونے کے بعد ہی ان کا تداول جائز ہے جبکہ مندرجہ ذیل ضابطوں کو پورا کیا گیا ہو:

(i)صکوکِ مضاربت کی فروخت سے مال مضاربت جمع ہوگا اور کاروبار میں لگانے سے پہلے وہ نقدی کی صورت میں ہوگا۔اِس حالت میں صکوک کے تداول کی حقیقت نقدی کے نقدی کے عوض میں تبادلہ کی ہوگی لہٰذا اِس تداول میں بیع صَرف کے اَحکام کی پابندی کرنا ہوگی۔

(ii)جب مالِ مضاربت دین بن جائے تو اُس وقت صکوکِ مضاربت کے تداول میں دیون کے معاملات کے اَحکام جاری ہوں گے۔

(iii)جب مال مضاربت نقود، دیون، اعیان اور منافع کے ملے جُلے موجودات میں تبدیل ہو جائے تو صکوک مضاربت کا تداول باہمی رضامندی سے طے شدہ نرخ پر اس شرط سے جائز ہوگا کہ اَعیان ومنافع غالب ہوں۔

شرعی طور پر جائز مضاربہ میں ایک فریق کی طرف سے سرمایہ ہوتا ہے اور دوسرے فریق کی جانب سے عمل اور محنت ہوتی ہے، جس کے بنیادی اصول درج ذیل ہیں۔ مضاربہ میں سرمایہ اور کروبار حلال ہو۔ معاملہ میں کوئی شرطِ فاسدنہ ہو۔ ہر فریق کو اختیار ہوگا کہ کاروبار ختم ہونے کے بعد آئندہ جاری رکھے یا ختم کردے۔ منافع دونوں فریقوں میں فیصد کے حساب سے طے شدہ ہوں۔ کسی ایک فریق کے لئے مخصوص اور متعین رقم کی شرط لگانا جائز نہیں۔ نقصان کی صورت میں سرمایہ کار نقصان برداشت کرے گا اور مضارب کی محنت رائیگاں جائے گیمضارب امین کی حیثیت سے کام کرے گا، لہذا رب المال جس نوعیت کے کام کی اجازت دے اسی طرح کا کام کر سکتا ہے، ورنہ خیانت ہوگی، البتہ اگر مضارب نے کسی خاص کاروبار کی شرط لگانے کے بجائے عام اجازت دی ہو تو پھر مضارب ہر طرح کا جائز کام کر سکتا ہے۔ مضاربہ میں نقصان کی صورت میں ابتداء اس نقصان کی تلافی نفع سے کی جائے گی، اگر نقصان نفع سے بھی زیادہ ہو تو پھر نفع کے بعد باقی نقصان کی تلافی اصل سرمائے سے کی جائے گی۔۔ گر رب المال نے عام اجازت دی ہو تو مضارب آگے کسی اور کو بھی مضاربت پر مال دے سکتا ہے۔

(Referencesالھوامش)

1۔ عبدالواحد،ڈاکٹر،اسلامی صکوک،تعارف اور تحفظات،(جامعہ دارالتقوی،لاہور،جنوری ۲۰۱۴ء)ص: ۲۸

Dr.ʿAb̊dālwāḥid, Islạmy̰ ṣk̠wk̠, taʿārufa ạwr taḥafūẓāt, (Jạmia Dạrạltqwy̰, Lạhore, Janwary̰ 2̰0̰1̰4̰ʾ) P:28

2۔ محمد اشرف دوابہ،الصکوک الاسلامیہ بین النظریۃ والتطبیق،(دارالسلام قاہرہ،مصر)ص۱۳۹

Muḥammād ẠusẖRuf̊ Dwạba, Ạlṣk̠wk̠ Ạlạslạmy̰ By̰na Ạlnẓrya Wạltẓby̰Q, (Dāra Ạlsālāam Qạhira, Miṣ̊R) P: 139

3۔ عبدالواحد،ڈاکٹر،اسلامی صکوک،تعارف اور تحفظات،ص:۷۳

Dr.ʿAb̊dālwāḥid , Islạmy̰ ṣk̠wk̠, taʿārufa ạwr taḥafūẓāt, P:73

4۔ ایضا:ص:۷ ۳

Ibid, P:37

5۔ ترمذی،محمد بن عیسی،سنن ترمذی،ابواب البیوع، باب ما جاء في ابتياع النخل بعد التأبير والعبد وله مال، (دارالغرب الاسلامی بیروت ۱۹۹۸)ج۲ص۵۳۷

Tirmidhi, b. ʻIsa. Jami' at-Tirmidhi. (Beirūt: Dār al Garb al Islami, 1998 A.D.) v. 2 p. 537

6۔ عبدالواحد ڈاکٹر،اسلامی صکوک تعارف اور تحفظات،ص۴۵

Dr.ʿAb̊dālwāḥid , Islạmy̰ ṣk̠wk̠, taʿārufa ạwr taḥafūẓāt, P: 45

7۔ شرعی معیارات،اکاؤنٹنگ اینڈ آڈٹنگ آرگنائزیشن برائے اسلامی مالیاتی ادارے،(مکتبہ معارف القرآن،کراچی،مئی ۲۰۱۸ء)ص۵۲۲

Sẖrʿy̰ MʿyẠrạt, Ạk̠ạwẙnNg ẠyNĀˆNg ĀˆRgnāyi̊zySẖn Brāyi̊ Ạslạmy̰ MạlyẠty̰ Ạdạray̰, (M̃ak̠tba Maʿārif Ạ̊lQ̃urāạn, Ḵarạc̠hi, May̰ 2018) P: 522

8۔ الشوکانی،محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ،نیل الاوطار،(دارالحدیث مصر،۱۴۱۳ھ)ج۵ص۳۱۵

Ạlsẖwk̠ạny, Muḥammād B̊in Ali B̊in Muḥammād B̊in Abdullạh, Nay̰l Ạl-Ạwṭạr) Dạr Ạlḥadỹtẖ Miṣ̊R, 1413H, v. 5 p. 315

9۔ محمد حسان اشرف،ڈاکٹر،غیر سودی بینکاری میں تمویل کے طریقے،(مکتبہ معارف القرآن،کراچی،دسمبر ۲۰۱۹ء)ص: ۱۶۲

Muḥammād Ḥasāạn ẠusẖRuf̊, Ạk̠R, Gẖyr Swdy̰ Bynk̠ary̰ My̰ Tamwy̰l Ḵy ṬaryQay, (Mak̠tba Maʿārifa Ạ̊l-Qurāạˆn, Ḵarạc̠hi, D̃ecemb̃er 2̃019)̃, P: 162

10۔ سورۃالبقرۃ: 273

Sūraẗ Ạ̊l-Baqara: 273

11۔ ابن منظور الافریقی،لسان العرب،(دار صادر،بیروت،۱۴۱۴)ج:۸،ص:۳٦

Ib̊ne Mañẓūr Ạl-ẠfryQy̰, Lisāna Ạ̊lʿArabi, (Dāra ṣādir, By̰rout, 1414) v. 8, p. 36

12۔ سورۃالمزمل:۲۰

Sūraẗ Ạ̊l Muzammil: 20

13۔ القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، (دارالکتب المصریہ، القاہرہ، ۱۹۶۴،) ج:۱۹، ص:۵۴

Ạl-Qurṭby̱, Ạl̊Jāmi Lạḥḵạm Ạl̊-Qurãận (Dạr ạl-ḵutab Ạl-Miṣry̱ah, Ạl-Qạhirah, 1964), v. 19 p. 54

14۔ سورۃ البقرۃ: ۱۹۸

Sūraẗ Ạl̊-Baqara:198

15۔ القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج:۲، ص:۹۰

Ạl-Qurṭby̱, ẠlJāmi Lạḥḵạm Ạl̊-Qurãận, v. 2 p. 90

16۔ المطیعی، محمد نجیب، تکملہ المجموع شرح المہذب، (مکتبہ الارشاد، جدہ)، ج:۱۴، ص:۱۹۲

Ạlmṭy̱ʿy, Muḥammād Najy̱b, Tḵmlah Ạl̊-Maj̊mū S̱haraḥa Ạl-Muhdaḥb, Maḵtab Ạl-Ạrs̱ẖad, Jiddah, v. 14 p. 192

17۔ سورۃ الجمعۃ: ۱۰

Sūraẗu ẠlJumuʿaẗi:10

18۔ القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج:۱۸، ص:۱۰۸

Ạl-Qurṭby̱, ẠlJāmi Lạḥḵạm Ạl̊-Qurãận, v. 18 p. 108

19۔ الشوکانی، نیل الاوطار، ج:۵، ص:۲۲۷

Ạlsẖwḵạny̱, Nay̱l Ạl-Ạwṭạr), v. 5 p. 227

20۔ السرخسی، المبسوط، (دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۹۹۳)، ج:۲۳، ص:۱۸

Ạl-Sarkẖsy̱, Ạl̊-Mab̊Sūṭ, Dạr Ạlmʿrfah, By̱Rwt, 1933, v. 23 p. 18

21۔ برہان الدین، الھدایہ، ج:۳، ص:۲۵۷

bur̊hānu ạldy̱n , ạl-Hidạy̱ẗ, Dạr ạl-ḵutab Ạl-Miṣry̱ah, Ạl-Qạhirah, v. 3 p. 257

22۔ الکاسانی علاء الدین، بدائع الصنائع، (دارالکتب العلمیہ ۱۹۸۶) ج:۶، ص:۷۹

Ạl̊Kāsānīī, Alāʾu Ạldīyni, Badāyiʿa Ạlṣānāyiʿi, Dạr ạlḵutab Ạl-Ilmiy̱h, v. 6 p. 79

23۔ ابن سعد، ابوعبداللہ محمد بن سعد، الطبقات الکبری، (مکتبہ العلوم والحکم، المدینۃ المنورہ، ۱۴۰۸ھ)، ج:۱، ص:۱۲۹

Ib̊na Saʿd, Ạbu ʿab̊dullah Muḥammād B̊in SaʿD, Ạlṭābaqāt Ạlḵubry̱, (Maḵtaba Ạl̊ʿulūma Wạlḥḵam, ẠlMadinah ẠlMunawãrah, 1408H, v. 1 p. 129

24۔ الرملی، شمس الدین، نھایۃ المحتاج، (دارالفکر بیروت ۱۹۸۶) ج:۵، ص:۲۱۸

Ạlrmly̱, S̱ham̊Sa Ạldy̱n, NẠhay̱ẗ ẠlMuḥ̊Tāj, Dār Ạlfiḵr By̱rwt 1986, v. 5 p. 218

25۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، (دارالکتب العلمیہ) باب الشرکۃ والمضاربۃ، ج:۲، ص:۷۶۸، حدیث نمبر:۲۲۸۹

Ibn Mājah, Sunan Ibn Mājah. Dạr ạlḵutab Ạl-Ilmiy̱h, v.2 p.768 Hadith No. 2289

26۔ السرخسی، المبسوط، ج:۲۲، ص:۱۹

Ạl-Sarkẖsy̱, Ạl̊-Mab̊Sūṭ, v. 22 p. 19

27۔ ابن رشد، بدایۃ المجتھد، (دارالحدیث القاہرہ، ۲۰۰۴) ج:۲، ص:۲۳

Ib̊ne rusẖad, Bidāyaẗa ẠlMuj̊Tahid, Dạr Ạlḥadyṯẖ, alqahirah, 2004, v.2 p.23

28۔ ایضاً

Ibid

29۔ الکاسانی، علاء الدین، بدائع الصنائع، ج:۱، ص:۷۹

ẠİKāsānīĩ, Alāʾu Ạldīyni, Badāyiʾa Ạlṣānāyiʿi, v. 1 p. 79

30۔ ابن قدامہ، المغنی، (مکتبہ القاہرہ، ۱۹۶۷) ج:۵، ص:۲۶

Ibnay Qudāạmat, Ạlmghny, Maktabah Alqahirah, 1967, v. 5 p.26

31۔ ابن المنذر، محمد بن ابراہیم، الاجماع، (ناشر: دار المسلم للنشر والتوزیع، ۲۰۰۴ء)، ج:۵، ص:۴۶۵

Ibnay ẠİMuňdẖiri, Muḥammād Bin Ibrạheem, Ạlạjmạ, Nāsẖiruⁿ: Dạrạlmslm Lilnāsẖr Wạltwzy̰ʿ, 2004, v. 5 p.465

32۔ مرتضیٰ زبیدی، اتحاف السادۃ المتقین، (دار الفکر بیروت) ج:۵، ص:۴۶۵

Mrtḍy̰ ZbyDī, ẠṪḢāfa Ạlsạda ẠlmutaqyN ,(Dār Ạlfikar ByRwt), v.5 p. 465

33۔ برہان الدین المرغانی، الهدایۃ، (دار الفکر بیروت) ج:۳، ص:۲۵۷

Brurjạn ẠldyN Ạlmrghạny, Ạl-Hdạyt, v. 3 p. 257

34۔ الکاسانی، علاء الدین، بدائع الصنائع، ج۶ ص۷۹

ẠİKāsānīĩ, Alāʾu Ạldīyni, Badāyiʾa Ạlṣānāyiʿi, v. 6 p. 79

35۔ الھیثمی، ابوالحسن نور الدین، مجمع الزوائد، (مکتبہ القدسی القاہرہ ۱۹۸۴) ج۴ ص۱۶۱

ẠlhY̰Thmy, Ạābū ẠİḤusNi Nūra ẠldyN, MajMaʿa Ạlzāwāyidi,Mktbat Ạlqdsy̰, ẠİQāhirata 1984, v.4 p.161

36۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، باب الشرکۃ والمضاربہ، ج۲ ص۳۴

Ibne Mājah, Sunan Ibne Mājah, v.2 p.768 Hadith No. 2289

37۔ ابن المنذر، محمد بن ابراہیم، الاجماع، کتاب المضاربۃ، ج:۵، ص۱۲۴

Ibnay ẠİMuňdẖiri, Muḥammād Bin Ibrạheem, Ạlạjmạ, v. 5 p.124

38۔ الکاسانی، علاء الدین۔ بدائع الصنائع، ج۶ ص۷۹

ẠİKāsānīĩ, Alāʾu Ạldīyni, Badāyiʾa Ạlṣānāyiʿi, v. 6 p. 79

39۔ لجنۃ علماء برئاسۃ نظام الدین البلخی، الفتاوی الهندیہ، (دار الفکر ۱۳۱۰)، ج۴ ص۲۹۶

LajNatu ʿulamāʾa Bryạst Niẓāma Ạldīyni ẠİBaİKẖīū, Ạlftạwy̰ ẠlHindy̰t, Dār Ạlfikar 1310, v. 4 p. 294

40۔ لجنۃ علماء برئاسۃ نظام الدین البلخی، الفتاوی الهندیہ، ج۶ ص۸۱

LajNatu ʿulamāʾa BryạstNiẓāma Ạldīyni ẠİBaİKẖīū, Ạlftạwy̰ ẠlHindy̰t,v.6 p.81

41۔ لجنۃ علماء برئاسۃ نظام الدین البلخی، الفتاوی الهندیہ، ج۴ ص۲۸۶

LajNatu ʿulamāʾa Bryạst Niẓāma Ạldīyni ẠİBaİKẖīū, Ạlftạwy̰ ẠlHindy̰t, v.4 p.286

42۔ ایضا

Ibid

43۔ الکاسانی، علاء الدین، بدائع الصنائع، ج۶ ص۸۳

ẠİKāsānīĩ, Alāʾu Ạldīyni, Badāyiʾa Ạlṣānāyiʿi, v. 6 p. 83

44۔ الکاسانی، علاء الدین۔ بدائع الصنائع، ج۶ ص۸۴

ẠİKāsānīĩ, Alāʾu Ạldīyni, Badāyiʾa Ạlṣānāyiʿi, v. 6 p. 84

45۔ الزحیلی، وحبہ، ڈاکٹر، الفقہ الاسلامی وادلتہ (، دارالفکر دمشق)، ج ۴ ص ۸۴۶

46۔ لجنۃ علماء برئاسۃ نظام الدین البلخی، الفتاوی الھندیہ، ج ۴ ص ۲۸۵

LajNatu ʿulamāʾa Bryasī Niẓāma Ạldīyni ẠlBalKẖīū, Alftạwy ẠlHindyī, v.4 p. 285

47۔ لجنۃ علماء برئاسۃ نظام الدین البلخی، الفتاوی الھندیہ، ج ۴ ص ۲۸۷

LajNatu ʿulamāʾa Bryasī Niẓāma Ạldīyni ẠlBalKẖīū, Alftạwy ẠlHindyī, v.4 p. 287

48۔ الکاسانی، علاءالدین، بدائع الصنائع، ج ۶ ص ۸۵

ẠlKāsānīī, Alāʾu Ạldīyni, Badāyiʿa Ạlṣānāyiʿi, v. 6 p. 85

49۔ لجنۃ علماء برئاسۃ نظام الدین البلخی، الفتاوی الھندیہ، ج ۴ ص ۲۸۸

LajNatu ʿulamāʾa Bryasī Niẓāma Ạldīyni ẠlBalKẖīū, Alftạwy ẠlHindyī, v.4 p. 288

50۔ ایضا

Ibid

51۔ ابن نجیم، البحر الرائق، ج ۷ ص ۲۶۳

ẠibNa Njym, ẠlBaḥRi Ạlrãạyiqi, v. 7 p. 263

52۔ الکاسانی، علاءالدین۔ بدائع الصنائع، ج ۶ ص ۱۵، ۲۱۱

ẠlKāsānīī, Alāʾu Ạldīyni, Badāyiʿa Ạlṣānāyiʿi, v. 6 p. 15, 112